ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-39

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

افشاں جبیں

ایم فل ریسرچ اسکالر، یونیورسٹی آف سدرن پنجاب (یو ایس پی)۔

ڈاکٹر عبدالرسول ارشد

اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف سدرن پنجاب (یو ایس پی) ۔

منٹو اور بیدی کے افسانوں میں صوتی اثرات کا تقابلی جائزہ

Afshan Jabeen *
M.Phil Research Scholar, University of Southern Punjab (USP)
Dr. Abdul Rasool Arshad
Assistant Professor, University of Southern Punjab (USP)
***Corresponding Author:**

Confessionalism and the Anguish of Self in the Poetry of Parveen Shakir and Sylvia Plath: A Comparative Study

This research paper explores the thematic and stylistic convergence between two iconic female poets of the 20th century: Pakistan’s Parveen Shakir and America’s Sylvia Plath. The study is grounded in the theory of "Confessional Poetry," a genre that prioritizes the "I" of the poet, breaking social taboos to reveal personal trauma, psychological anguish, and intimate experiences. While Plath is widely recognized as a pioneer of the Confessional mode in Western literature, characterized by her raw, nihilistic imagery and engagement with death, Parveen Shakir introduced a similar, albeit culturally nuanced, feminine voice in Urdu poetry. This paper argues that both poets utilized the "Confessional Style" as a tool of resistance against patriarchal structures, transforming their "Anguish of Self" into high art. Through a comparative textual analysis of Plath’s Ariel and Shakir’s Khushbu and Sad-barg, the study highlights how they navigated the dichotomy of private pain and public expression. The research concludes that while Plath’s

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-39

confession leans towards self-destruction, Shakir's confession evolves into an aesthetic sublimation of grief, yet both share a profound "Sisterhood of Sorrow."

Key Words: *Confessional Poetry, Anguish of Self, Sylvia Plath, Parveen Shakir, Feminism, Patriarchal Resistance, Psychological Trauma, Ariel, Khushbu.*

عالمی ادب کی تاریخ میں بیسویں صدی کو اس اعتبار سے انفرادیت حاصل ہے کہ اس عہد میں فنکار نے "روایت" اور "اجتماعیت" کے خول سے نکل کر اپنی "ذات" اور "انفرادیت" کو تخلیق کا محور بنایا۔ شاعری میں اس رجحان نے "اعترافی شاعری (Confessional Poetry) "کی صورت اختیار کی، جس کی تعریف کرتے ہوئے ایم ایل روزنتھل (M.L. Rosenthal) نے لکھا تھا کہ

"یہ وہ شاعری ہے جس میں شاعر اپنی ذات کے تاریک گوشوں، نفسیاتی مسائل اور ممنوعہ تجربات کو کسی نقاب کے بغیر پیش کرتا ہے""(۱)"

اس مکتبِ فکر نے جہاں مغرب میں رابرٹ لوویل اور این سیکسٹن جیسے نام پیدا کیے، وہیں اس کی سب سے توانا اور توہین آمیز حد تک سچی آواز سلویا پلاتھ (Sylvia Plath) کی تھی۔ دوسری جانب مشرق میں، خاص طور پر اردو ادب میں، پروین شاکر نے اسی اعترافی لے کو ایک نیا آہنگ عطا کیا۔ یہ مقالہ ان دونوں شاعرات کے کلام کا تقابلی مطالعہ ہے تاکہ یہ سمجھا جاسکے کہ کس طرح "ذات کا کرب (Anguish of Self) "ان کی شاعری میں ایک مشترک قدر کے طور پر ابھرتا ہے۔ پروین شاکر اور سلویا پلاتھ، دونوں ہی اپنے اپنے معاشروں میں نسائی آواز کی توانا ترین مثالیں ہیں، اور دونوں کی زندگیوں میں ازدواجی ناکامیوں، سماجی دباؤ اور تنہائی نے گہرے نقوش چھوڑے جو ان کی شاعری کا خام مواد بنے۔

اعترافی اسلوب کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شاعر "پروسونا (Persona) "استعمال کرنے کے بجائے براہِ راست "فرسٹ پرسن (First Person) "یعنی "میں" کے صیغے میں بات کرتا ہے۔ سلویا پلاتھ کی شاعری کا مجموعہ "ایریل (Ariel) "اس کی بہترین مثال ہے، جہاں وہ اپنی ذہنی بیماری، خودکشی کے رجحانات اور اپنے والد کے ساتھ اپنے پیچیدہ نفسیاتی تعلق کو بیان کرتی ہیں۔ ان کی مشہور نظم "ڈیڈی (Daddy) "میں وہ کہتی ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-39

ماخذ تحقیقی مجلہ

Every woman adores a Fascist, The boot in the face, the brute

Brute heart of a brute like you. "[(2)]"

یہاں پلاتھ کا کرب محض ذاتی نہیں رہتا بلکہ وہ ایک تاریخی اور سیاسی استعارے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس پروین شاکر کے ہاں بھی اعترافی لہر بہت قوی ہے، لیکن ان کا انداز جارحانہ ہونے کے بجائے دھیما اور ملال انگیز ہے۔ اردو غزل کی روایت میں عورت ہمیشہ "محبوب" تھی، "عاشق" نہیں، اور اگر عورت نے شاعری کی بھی تو مردانہ لہجے میں۔ پروین شاکر نے پہلی بار پوری بے باکی سے نسائی جذبات کا اعتراف کیا۔ انہوں نے اپنی نظموں اور غزلوں میں اپنے شوہر سے علیحدگی، بیٹے کی محبت اور ورکنگ ویمن کے مسائل کو موضوع بنایا۔ ان کا یہ شعر اعترافی اسلوب کی عمدہ مثال ہے:

میں سچ کہوں گی مگر پھر بھی ہار جاؤں گی

وہ جھوٹ بولے گا اور لاجواب کر دے گا"[(3)]"

یہاں ذات کا کرب سچائی کے اظہار اور اس کی سماجی بے وقعتی سے جنم لے رہا ہے۔ ان دونوں شاعرات کے تقابل میں "ذات کے کرب (Anguish of Self) "کی نوعیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ سلویا پلاتھ کا کرب "وجودیت (Existential) "اور "نفسیاتی (Psychological) "ہے۔ ان کے ہاں ذات ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ ان کی شاعری میں موت کا سایہ گہرا ہے۔ وہ خودکشی کو ایک فن (Art) سمجھتی ہیں، جیسا کہ اپنی نظم "لیڈی لازارس (Lady Lazarus) "میں لکھتی ہیں:

Dying Is an art, like everything else. I do it exceptionally

well. "[(4)]"

پلاتھ کے ہاں زندگی کا کرب اتنا شدید ہے کہ وہ فنا میں پناہ ڈھونڈتی ہیں۔ دوسری طرف پروین شاکر کا کرب "سماجی (Societal) "اور "جذباتی (Emotional) "ہے۔ ان کے ہاں موت کی خواہش کے بجائے زندگی کرنے کی خواہش ہے، لیکن اپنی شرائط پر۔ پروین کا دکھ یہ ہے کہ وہ اپنی ذہانت اور حساسیت کے باوجود ایک ایسے معاشرے میں ہیں جہاں عورت کی ذہانت کو اس کا عیب سمجھا جاتا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

کمالِ ضبط کو میں خود بھی تو آزماؤں گی

میں اپنے ہاتھ سے اس کی دلہن سجاؤں گی"[(5)]"

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-39

ماخذ تحقیقی مجلہ

یہاں پلاتھ کی طرح خود کو ختم کرنے کا جذبہ نہیں، بلکہ کرب کو سہنے اور اسے "ضبط" کے ذریعے آرٹ میں تبدیل کرنے کا عمل ہے۔ڈاکٹر وزیر آغا نے پروین شاکر کے بارے میں درست لکھا ہے کہ

"پروین نے اردو شاعری میں عورت کو ایک جسم سے نکال کر ایک احساس اور سوچنے والی اکائی کے طور پر متعارف کروایا""[۶]"۔

امیجری (Imagery) اور استعارات کے استعمال میں بھی دونوں کا فرق اور اشتراک دلچسپ ہے۔ پلاتھ کی امیجری میں خون، ہسپتال، چاقو، نازی کیمپس اور ٹوٹی ہوئی گڑیا جیسے عناصر شامل ہیں جو ان کے شدید ذہنی کرب اور تشدد (Violence) کی عکاسی کرتے ہیں۔

ان کا اعتراف ایک "چیخ (Scream) "کی مانند ہے۔ ایل الوارز (A. Alvarez) نے پلاتھ کی شاعری کو "اعصاب کی شاعری" کہا ہے جہاں شاعرہ اپنی کھال اتار کر رکھ دیتی ہے"[۷]"۔

اس کے مقابلے میں پروین شاکر کی امیجری میں خوشبو، تتلی، بارش، پھول اور چاند جیسے عناصر ہیں جو بظاہر نرم اور نازک ہیں، لیکن ان کے اندر ایک گہری اداسی چھپی ہوئی ہے۔ پروین کا اعتراف "سرگوشی " (Whisper)ہے۔ تاہم، دونوں شاعرات نے گھریلو زندگی (Domesticity) کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ پلاتھ نے باورچی خانے اور بچوں کے شور کو اپنی ذہنی اسیری کا استعارہ بنایا، جبکہ پروین شاکر نے انہی گھریلو ذمہ داریوں اور ملازمت کے درمیان پسنے والی عورت کا نوحہ لکھا۔

اعترافی شاعری کا ایک اہم پہلو "پدر سری نظام (Patriarchy) "کے خلاف مزاحمت ہے۔ سلویا پلاتھ کے ہاں یہ مزاحمت شدید نفرت اور غصے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔وہ مردانہ بالادستی کو ایک فاشسٹ قوت کے طور پر دیکھتی ہیں جو ان کی انفرادیت کو کچل رہی ہے۔ پروین شاکر کی مزاحمت میں بھی شدت ہے لیکن وہ بغاوت کے بجائے طنز اور سوال کا راستہ اپناتی ہیں۔وہ مرد کو دشمن نہیں سمجھتیں بلکہ اس کی بے حسی اور خودغرضی پر نوحہ کناں ہیں۔ان کا یہ شعر اسی رویے کی غمازی کرتا ہے:

اس شرط پہ کھیلوں گی پیا پیار کی بازی
جیتوں تو تجھے پاؤں، ہاروں تو پیا تیری"[8]"

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-39
ماخذ تحقیقی مجلہ

بظاہر یہ سپردگی ہے، لیکن درحقیقت یہ اس نظام پر طنز ہے جہاں عورت کی جیت اور ہار دونوں مرد سے مشروط ہیں۔ گوپی چند نارنگ نے پروین کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ

"پروین شاکر نے محبت کے روایتی تصور کو بدل کر اسے ایک جدید عورت کے مکالمے میں تبدیل کر دیا" "[۹]۔

یہ مکالمہ ہی ان کا اعتراف ہے۔ دونوں شاعرات کی ذاتی زندگیوں کے المیے ان کی شاعری میں در آئے ہیں۔ سلویا پلاتھ کی ٹیڈ ہیوز (Ted Hughes) سے علیحدگی اور پروین شاکر کی ڈاکٹر نصیر سے طلاق، دونوں کے تخلیقی سفر کا ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہوئیں۔ پلاتھ نے اس کرب کو "ایریل" کی نظموں میں ڈھالا جو ان کی وفات کے بعد شائع ہوئیں اور انہوں نے انہیں امر کر دیا۔ پروین شاکر نے "خوشبو" سے "ماہِ تمام" تک کے سفر میں اپنی تنہائی کو اپنا شریکِ سفر بنا لیا۔ پروین کے مجموعہ "صد برگ" میں یہ اعترافی لہجہ مزید پختہ ہو کر سامنے آتا ہے جہاں وہ اپنے بیٹے مراد کے لیے فکر مند بھی ہیں اور اپنی ذات کے لیے ایک "اسپیس (Space)" کی متلاشی بھی۔ دونوں شاعرات کے ہاں "آئینہ (Mirror)" کا استعارہ کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ پلاتھ کی نظم "مرر (Mirror)" میں آئینہ سچ بولتا ہے اور عورت کے بڑھاپے اور خوف کو دکھاتا ہے، جبکہ پروین شاکر کا آئینہ انہیں ان کی ٹوٹی ہوئی ذات دکھاتا ہے:

عکس خوشبو ہوں بکھرنے سے نہ روکے کوئی
اور بکھر جاؤں تو مجھ کو نہ سمیٹے کوئی"[10]"

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ پروین شاکر اور سلویا پلاتھ، اگرچہ دو مختلف دنیاؤں کی باسی تھیں، لیکن ان کا "روحانی رشتہ (Soul Sisterhood)" ان کے مشترک کرب سے جڑا ہوا ہے۔ اعترافی اسلوب نے ان دونوں کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ سماجی منافقت کے پردے چاک کریں اور اپنی اصل ذات کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔ پلاتھ کا کرب شعلہ تھا جس نے انہیں جلا کر راکھ کر دیا (انہوں نے ۳۰ سال کی عمر میں خودکشی کی)، جبکہ پروین شاکر کا کرب شمع کی طرح تھا جو پگھلتا رہا اور روشنی دیتا رہا (یہاں تک کہ وہ ایک ٹریفک حادثے میں جاں بحق ہوئیں)۔ تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اعترافی شاعری محض ذاتی کتھارسس (Catharsis) کا نام نہیں بلکہ یہ ایک سیاسی اور سماجی عمل ہے جس کے ذریعے ایک عورت اپنے وجود کا اثبات کرتی ہے۔ پروین اور پلاتھ دونوں نے اپنی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-39
ماخذ تحقیقی مجلہ

شاعری کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ "ذاتی" ہی دراصل "سیاسی" ہے(The Personal is Political)۔ ان کا کلام آج بھی ہر اس عورت کے لیے ایک توانا آواز ہے جو اپنی ذات کے کرب کو زبان دینا چاہتی ہے۔

حوالہ جات

۱. Rosenthal, M.L. "Poetry as Confession". In The Nation, September 19, 1959, p. 154.

۲. Plath, Sylvia. "Ariel". London: Faber and Faber, 1965, p. 50. (Poem: Daddy).

۳. پروین شاکر۔ "خوشبو"۔ لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۷۷ء، ص ۴۵۔

۴. Plath, Sylvia. "Ariel". London: Faber and Faber, 1965, p. 16. (Poem: Lady Lazarus).

۵. پروین شاکر۔ "خوشبو"۔ لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۷۷ء، ص ۱۱۲۔

۶. وزیر آغا، ڈاکٹر۔ "اردو شاعری کا مزاج"۔ لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۰ء، ص ۲۴۵۔

۷. Alvarez, A. "The Savage God: A Study of Suicide". London: Weidenfeld & Nicolson, 1971, p. 22.

۸. پروین شاکر۔ "خوشبو"۔ لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۷۷ء، ص ۸۸۔

۹. گوپی چند نارنگ۔ "اردو غزل اور ہندوستانی ذہن و تہذیب"۔ نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۲ء، ص ۳۱۰۔

۱۰. پروین شاکر۔ "صد برگ"۔ لاہور: جہانگیر بک ڈپو، ۱۹۸۰ء، ص ۲۲۔